خطاب:
ابن امیر شریعت
سید عطاالمحسن بخاری

اسلام میں عورت کا مقام

ناقل: معدی معاویہ

۲۷ نومبر ۱۹۸۵ء مقام: رہائش گاہ شیخ عبدالغنی صاحب گلاسگو، برطانیہ

امابعد فاعوذ باالله من الشیطن الرّجیم - بسم الله الرحمٰن الرحیم - ان الدین عندالله الاسلام - وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا - صدق الله العظیم

بہنو! بیٹیو! اللہ رب العزت نے آپ کو انسانی معاشرہ میں ایک اہم حیثیت اور مقام عطا فرمایا ہے۔ اللہ جل شانہ نے عورت کے چار مقدس رشتے بنائے ہیں۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی، ان چار رشتوں کے علاوہ اسلام میں کسی پانچویں رشتے کا کوئی تصور نہیں۔ عورت کا احترام ماں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ یا بہن کی وجہ سے، بیوی کی وجہ سے یا بیٹی کی وجہ سے۔ یہی چاروں رشتے ایسے ہیں کہ ان میں عورت کا احترام قائم رہ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی رشتہ ایسا نہیں کہ جس میں عورت اپنا احترام قائم رکھ سکے۔ یا احترام حاصل کر سکے۔ جس ملک و معاشرہ میں آپ خواتین رہتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ نہیں۔ کافروں کا دیس ہے، کافرانہ تہذیب ہے، کافرانہ تمدن ہے اور انکے کافرانہ قوانین ہیں۔ اس کافرستان میں رہتے ہوئے آپ نے کس طرح زندگی گزارنی ہے؟ یہ بڑی غور طلب اور فکر انگیز بات ہے۔ اس سے غافل اور بے نیاز ہو کے رہنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی گوشے میں چلا جائے۔ چاہے وہ اس سے بھی بڑا ملک کیوں نہ ہو اور اس سے زیادہ خوفناک کافرانہ معاشرہ ہی کیوں نہ ہو، مسلمان مرد اور مسلمان عورت کیلئے اپنی اسلامی حیثیت ہر جگہ باقی رکھنا بہت ضروری ہے۔ اگر وہ اپنی شناخت اور اپنی پہچان باقی نہیں رکھتے تو ظاہر ہے کہ انکا اپنا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔ انکی پہچان ختم ہو گی تو وجود بھی ختم ہو جائیگا۔ شناخت ختم ہو گی تو انکا اخلاق تباہ ہو جائیگا اور شخصیت بھی مر جائے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو یہ رتبہ عطا فرمایا اور کہا "الجنتہ تحت اقدام الامہات" کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماں کا پاؤں اٹھاؤ تو واقعی نیچے جنت نظر آ جائے گی۔ بلکہ ماں کی اطاعت اور ماں کی فرمانبرداری میں جنت کا راستہ بتایا گیا ہے۔ جو اولاد دین کے معاملے میں ماں کی مکمل فرماں برداری کرے گی اور جس ماں نے اپنے آپ کو دین کے سانچے میں ڈھال رکھا ہو گا اسکی دنیا بھی دین کے ماتحت ہو گی۔ جو ماں اپنی دنیا کو دین کے ماتحت رکھے گی اولاد اسکی فرماں برداری کریگی وہ اولاد یقیناً جنت میں جائیگی۔ اور جس ماں نے اپنی عادات کو، اپنے طور طریقوں کو اور اپنی خصلتوں کو دین کے ماتحت نہیں رکھا، دین کے سانچے میں نہیں ڈھالا وہ اپنی اولاد سے یہ توقع مت رکھے کہ اسکی فرمانبرداری کریگی۔ اللہ پاک کے قانون میں یہی بات ہے کہ

جو اللہ کی اطاعت کریگا اللہ کی مخلوق اسکی اطاعت کریگی۔ اور پھر ماں اور باپ ایسے مقدس پاک اور پوتر رشتے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کی اطاعت کا تصور غالب نہیں آنا چاہیئے۔

ہوتا کیا ہے.....؟ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ دین کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ بعد میں اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی بنا لیتے ہیں اور ماں باپ ہی اسے مجوسی بنا لیتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ "فابواه يهودانه اوينصرانه اويمجسانه" یعنی انکے والدین ہی ذمہ دار ہیں۔ دراصل اسکے مستقبل ا اسکی معاشرتی زندگی کی ساری ذمہ داری اسکے والدین پر ہے۔ اور والدین میں سب سے زیادہ کردار ماں کا ہے۔ ماں اسے جنتی ہے، دودھ پلاتی ہے، بیٹھنا اٹھنا سکھاتی ہے اور اسے زندگی کی ایک ایک بات سکھاتی، پڑھاتی اور بتاتی ہے۔ حتیٰ کہ ماں ہی اسے بتاتی ہے کہ فلاں تمہارا باپ ہے۔ وہ ہر موڑ پر اس کی تربیت کرتی ہے۔ جوتا یوں پہنو۔ قمیص اس طرح پہنو، کھانا ایسے کھاؤ، صبح جلدی اٹھو، اور وہی اسے جلدی اٹھا سکتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ذمہ داری بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے ماں پر ڈالی ہے۔ گویا کہ آغوشِ مادر ہی پہلا مدرسہ اور پہلا (INSTITUTE) ہے۔ اور جو ماں اپنے آپ کو ذمہ دار خاتون سمجھے گی تو وہ اولاد کی تربیت میں بھی ایسا کمال پیدا کرے گی جس کا حکم اللہ اور اسکے رسول نے دیا ہے۔

ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں انکی اماں جان مشرکہ تھیں، بتوں کو پوجتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی تھیں۔ جب حضرت ابوہریرہؓ مسلمان ہوئے تو انکی والدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا کرتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت برا بھلا کہا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میری ماں اس قسم کی فضول باتیں کرتی ہے۔ جو مجھ سے برداشت نہیں کی جاتیں۔ فرمائیے میں کیا کروں؟ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ مجھے برا کہتی ہے، کہنے دو! تیرا یہ حق نہیں ہے کہ تو ماں کو برا بھلا کہے۔" یہ ہے ماں کی حیثیت کہ حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں مگر ان کے لئے انکی بات پورا کرنا ضروری نہ تھا۔ کہ وہ فضول قسم کی گفتگو کریں اور بیٹا بھی اسی قسم کے جواب دے تو اس بات کی اللہ کا دین ہرگز اجازت نہیں دیتا چہ جائیکہ ماں مسلمان ہو۔ خدانخواستہ، خدانخواستہ کوئی خاتون اپنا دیس چھوڑ کر یہاں کافرستان آتی ہے۔ اس کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور وہ یہاں کی عورتوں کی طرح بازاروں میں گھومتی پھرتی ہے، آوارہ گردی کرتی ہے یا کلب (ATTEND) کرتی ہے یا غیر دینی دلچسپیوں میں سے کوئی دلچسپی اختیار کرتی ہے۔ تو بیٹا منت سماجت کر کے یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اماں جی اللہ کیلئے اپنے حال پر رحم کیجئے مہربانی فرمائیے، ہم اپنا آپ نہ بھولیں ہم یہاں کے حالات کو اپنے اوپر طاری نہ کریں۔ یہاں کے ماحول اور یہاں کے رنگ میں اپنے آپ کو نہ رنگیں۔ ہمیں اس کافرانہ تہذیب سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ کہ وہ ماں کو گالی بکے، تڑاخ پڑاخ جواب دے، اس کو یہ حق نہیں ہے۔ البتہ خاوند، باپ اور بھائی ایسے رشتے ہیں جو عورت کو ڈانٹ کر، غصے سے روک سکتے ہیں اور جھاڑ بھی پلا سکتے ہیں۔ ایک ہے غلط کام کر لینا اور پھر اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا۔ دوسرا یہ کہ غلط کام بھی کرے اور ضد بھی کرے کہ میں نے صحیح کام کیا ہے۔ اور جواز میں یہ کہے کہ چونکہ باقی

سب یہ غلطی کرتے ہیں کیا وہ سب پاگل ہیں۔ سب برے ہیں۔۔۔؟ یہ انتہائی جہالت ہے۔ یقیناً جو عورتیں اسلام کے خلاف عمل کرتی ہیں چاہے وہ دس کروڑ، دس ارب کیوں نہ ہوں اور انکے مقابلے میں جو عورتیں دین کا کام کرتی ہیں، دین کے بتائے ہوئے اخلاق پر عمل کرتی ہیں چاہے وہ پانچ دس ہی کیوں نہ ہوں اصولی طور پر وہی صحیح ہیں۔ اور وہ جو دین کے خلاف عمل کرتی ہیں چاہے انکا اقتدار ہو، تمام طاقتیں ان کے قبضہ میں ہوں وہ غلط ہیں۔ تعداد میں کم یا زیادہ ہونے کو کسی کے غلط یا صحیح ہونے پر دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

گندگی پانچ من ہو اور خوشبو ایک تولہ ہو تو کیا ہم مان لیں گے کہ خوشبو بری چیز ہے اور گندگی اچھی چیز ہے۔ بدکار لوگ اگر دنیا میں زیادہ ہوں اور نیکوکار کم ہوں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں لینا چاہیئے کہ چونکہ بدکار لوگ زیادہ ہیں اس لئے وہ بہتر ہیں، انکی بات ماننا اور انکی روش پر چلنا صحیح ہے۔ اور نیکوکار لوگ کم ہیں اس لئے انکا ساتھ چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ کوئی معیار اور دلیل نہیں بلکہ شکست کی بات ہے۔ یہ جمہوریت تو ہے اسلام ہرگز نہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے دلیل اور معیار بالکل مختلف ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ ازواج مطہرات، چاروں بیٹیاں، نواسوں کی بیویاں اور انکی بیٹیاں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویاں، بہنیں، مائیں، ان سب میں ہمیں ایک بات قدر مشترک نظر آتی ہے کہ وہ تھوڑے ضرور تھے مگر مستقل مزاج اور دین پر استقامت کے ساتھ قائم رہنے والے تھے۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا اس پر تامرگ قائم رہے، شکست قبول نہیں کی۔ انہوں نے دشمن کی چالبازیوں کے خلاف تعلیمی، تربیتی، سماجی اعتبار سے بھرپور جنگ لڑی ہے اور زندگی کے ہر محاذ پر رضاکارانہ طور پر کام کر کے دشمن کو شکست دی ہے۔

ہماری ماؤں بہنوں کا بھی یہی مقام ہے کہ جتنا دین انہیں آتا ہے وہ اس معاشرے میں اس کو قائم رکھیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو خواتین یہاں آئی ہیں ان میں بمشکل دو، چار، پانچ خواتین ایسی ہوں گی کہ اس دس پندرہ ہزار کی آبادی میں جو دین کو سو فیصد، پچاس فیصد، پچیس فیصد جانتی ہوں گی۔ ورنہ ہماری اکثر خواتین کا حال یہ ہے کہ ٹوٹی پھوٹی نماز، کلمہ اور تلاوت قرآن، بس اس کو مکمل دین سمجھ رکھا ہے۔ تعلیمی طور پر انہوں نے دین حاصل نہیں کیا۔ نہ ماں باپ نے انہیں دین کی تعلیم دلائی۔ اور نہ شادی کے بعد خاوند نے اس طرف توجہ کی۔ اور نہ اپنے ہی ذہن میں یہ بات آئی کہ میں مسلمان ہوں، کم از کم اتنا علم دین تو حاصل کرلوں جس سے حلال، حرام، پاک پلید، کفر، اسلام اور شرک و بدعت کے متعلق بنیادی مسائل ہی معلوم ہو جائیں۔ ضروری ضروری، تھوڑے تھوڑے مسئلے یاد کرلوں، ایسا بھی نہیں ہوا اور یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ جس کا نقصان گھر سے باہر نکلنے کے بعد سامنے آتا ہے۔ اور وہی زندگی اصل میں جنگ کی زندگی کہلاتی ہے۔ جہاں آپ کو رہ کر نہ صرف اس کے خلاف جہاد کرنا ہے بلکہ اپنی تہذیب، اقدار اور عقائد و اعمال کو بھی بچانا ہے۔ نہ یہ کہ اس معاشرے کا بھوت اپنے اوپر طاری کر کے اور اس سے مرعوب ہو کر اسی رنگ میں رنگے جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم ہے "خالفو الیہود و النصاریٰ" "یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفت کرو"۔ انکی اتباع نہ کرو۔ اب اگر انکا کلچر، انکا ماحول، ان کا رنگ ہم نے اپنا لیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہم نے انکی تابعداری کی۔ چاہے ہم نماز پڑھیں روزہ رکھیں اور قرآن کی تلاوت بھی کرلیں لیکن گھر سے باہر کی

زندگی یہود و نصاریٰ والی قبول کریں۔ تو یقیناً یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرماں برداری نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی ہے۔ اور یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکم عدولی اور نافرمانی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد کسی کا حکم بھی قابل قبول نہیں۔ چاہے وہ ماں ہو، باپ ہو، چچا ہو یا بھائی ہو خواہ کوئی بھی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق کہ "مخلوق کی ایسی فرماں برداری کہ جس میں اللہ کی نافرمانی لازم آئے واجب نہیں ہے۔" بیٹے نے اگر ڈاڑھی رکھ لی تو ماں کہتی ہے کہ ابھی سے تم نے ڈاڑھی رکھ لی۔ بڑے ہو کر رکھ لینا۔ یہ نافرمانی ماں سکھا رہی ہے۔ بیٹا نمازیں پڑھتا ہے، تبلیغ کے لئے سفر کرتا ہے۔ ماں کہتی ہے کہ بیٹا تم کس راستے پر لگ گئے ہو وقت ضائع کر رہے ہو۔ تو یہ بھی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ایسے معاملات میں ماں کی بات ماننا ضروری نہیں بلکہ اسکا انکار لازم ہے۔ منہ سے انکار کرے یا نہ کرے، مگر اس کی توہین نہ کرے۔ بس اس بات کو نہ مانے جو دین کے خلاف ہے۔ اسی طرح خدا نہ کرے اگر خاوند بدکار ہے یا کوئی مسلمان بدی میں مبتلا ہے، وہ شراب پیتا ہے، زنا کا ارتکاب کرتا ہے، حرام کا کاروبار کرتا ہے یا کسی دوسرے برے کام میں ملوث ہے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ اسکے کام میں تعاون نہ کرے۔ یہاں تک حق حاصل ہے کہ جو خاوند اس قسم کے گندے کام میں مبتلا ہے وہ ان سے اپنی جان چھڑانا چاہیں تو چھڑا سکتی ہیں۔ اللہ کا دین اسکی فرمانبرداری کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ صرف اس خاوند کی اطاعت کا حکم ہے جو خود بھی دین کی طرف لگے اور بیوی کو بھی دین پر چلائے۔ ایسا خاوند جو دین کا کام نہیں کرتا مگر بیوی دین کا کام کرتی ہے اور وہ اس کے کام میں رکاوٹیں ڈالتا ہے، اگر بیوی اس کی اطاعت نہ کرے تو اللہ پاک اس کی گرفت نہیں کریں گے۔ بالکل نہیں۔ ہرگز نہیں۔ رہی یہ بات کہ بیویوں کے حقوق کیا ہیں اور خاوندوں کے حقوق کیا ہیں؟ اس کی بھی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ بیوی پر خاوند کے دو اعلیٰ حقوق ہیں سب سے پہلا حق تو یہ ہے کہ "تمکین نفسھا"، شادی کے بعد عورت کے وجود اسکی عصمت و آبرو کی ملکیت خاوند کے پاس ہے۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، سسر، نند وغیرہ وغیرہ مداخلت کا کوئی حق نہیں انکو عورت کی زندگی میں جو بیاہ کر لائی گئی ہے، اس کے معاملے میں مداخلت کا حق اللہ نے صرف اسکے خاوند کو دیا ہے۔ دوسرا حق "وملازمتہ بیتھا" کہ خاوند کے گھر میں پابندی سے رہنا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر خدانخواستہ اسکا کوئی عزیز رشتہ دار بھی مر جائے اور اسکا خاوند گھر نہیں ہے تو اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا گناہ ہے۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے اگر سجدہ جائز قرار دیا ہوتا تو وہ عورت کو حکم دیتے کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ چونکہ اللہ پاک کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں، حرام ہے۔ اس لئے خاوند کو بھی حرام ہے۔ بیوی کیلئے دینی معاملات میں اس کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ گھر کے کام کاج، اور دیگر ضروریات کی خرید کے لئے بازار جانا اور ان تمام ضروریات کا پورا کرنا مرد کے ذمہ ہے۔ بچوں کا لباس خریدنا۔ ان کا علاج، انکی تعلیم عورت کا علاج اور اس کے اخراجات، غرض زندگی کے یہ سارے معاملات مرد کے ذمہ ہیں۔ عورت کے ذمہ صرف یہ ہے کہ اس کے گھر میں رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق $$م۵ "والمرء راعیۃ علی بیت زوجھا" $$م۹ عورت اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ ہے، (لونڈی نہیں ہے) خرید کے نہیں رکھی گئی کہ جس طرح بازار سے گائے خرید لی، عورت خرید لی۔ اللہ پاک نے اسے اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ بنایا ہے۔ کوئین آف دی ہاؤس (QUEEN OF THE HOUSE) گھر کی

حاکمہ--- بازار کی حاکمہ نہیں۔ دفتروں، شاپنگ سنٹروں اور لبرٹی مارکیٹوں کی حاکمہ نہیں۔ یہ حقوق کی فطری تقسیم ہے کہ عورت گھر کی حاکمہ ہے تو گھر سے باہر مرد کی حکمرانی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ یہی ہے کہ خاوند بیوی اپنے گھر میں باہمی افہام تفہیم کے ساتھ (LIFE COAPRATIVE) معاونت کی زندگی گزاریں آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں--- ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ آپ کے قریب رہنے کا موقع میسر آیا۔ وہ چولہا جلا رہی تھیں اور پھونکیں مار مار کے ان کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے مگر چولہا جلنے میں نہ آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازے سے گھر میں داخل ہوئے۔ چھوٹا سا حجرہ تھا۔ دیکھا عائشہ رضی اللہ عنہا آگ جلا رہی ہیں مگر آگ جل نہیں رہی۔ پہلے تو ہلکا ہلکا تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا ہٹو عائشہ میں چولہا جلادوں۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ گھر کے معاملات میں رسول اللہ ﷺ نے بیوی سے تعاون فرمایا ہے۔ اب جو خاوند گھر کے معاملات میں تعاون نہیں کرتا ظاہر ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خلاف عمل کرتا ہے۔ اور ایسا کرنے کا اسے کوئی حق حاصل نہیں۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آؤ عائشہ میں اور تم دونوں دوڑیں۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں دوڑے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ اس وقت ہلکے جسم کی تھیں آگے نکل گئیں۔ اور مسکرا کر کہا! دیکھیے یا رسول اللہ میں آپ سے آگے نکل گئی۔ پھر جب کچھ عرصے کے بعد جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ کا جسم مبارک کچھ وزنی ہو گیا تھا تب فرمایا آؤ عائشہ میں اور تم دوڑیں! تو پھر سیدہ عائشہؓ صدیقہ پیچھے رہ گئیں--- میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ گھر میں ہنسی سے، مسرت سے خوشی اور محبت سے زندگی گزارنا ہی دراصل اسلامی زندگی ہے۔ بات بات پر جھگڑنا، ضد کرنا، جھگڑالو قسم کی زندگی گزارنا یہ نہ عورت کو مناسب ہے اور نہ مرد کو۔ خواتین کیلئے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی سیرت بہت بڑا (SYMBOL) ہے۔ زندگی گزارنے کا خوبصورت راستہ ہے۔ اس سے بہتر راستہ اور کوئی نہیں ہے۔ موجودہ معاشرے میں الزبتھ کوئین کی ناپاک زندگی (IDEAL) ہے۔ اور مسلمان کیلئے ایسی زندگی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ مشرکہ عورت ہے۔ بے پردا اور بے حیا ہے۔ شریف خاتون نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان کی اتباع سے ہمارے ماحول میں شرافت آئے گی یا انکے اپنے ماحول میں شرافت ہو گی۔ لیکن دینی نقطہ نگاہ سے شرافت ان کے پاس نہیں ہے۔ اللہ پاک نے عیسائیوں اور یہودیوں کو ناپاک کہا ہے۔ اور فرمایا:

لاتتخذو الیھودوالنصاریٰ اولیاء

کہ اے ایمان والو! اے امت رسول ﷺ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔ اب دوست ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ ہمسایہ ہے۔ ہیلو ہیلو ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ یہ معاشرتی اخلاق میں شمار ہوتا ہے۔ دوستی یہ ہے کہ ہم زندگی کے معاملات میں انکے ساتھ شریک ہوں۔ محبت کے رشتے استوار کریں۔ انکے ساتھ میل جول، آنا جانا شروع کر دیں یہ ہے دوستی، اور اسی کو اللہ پاک نے حرام قرار دیا ہے۔ اور یہاں تک فرمایا $$م۵ لاتتخذو اعدوی وعدو کم اولیاء $$م۹ کہ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ جب نبی نے اور ساری کائنات کے مالک نے اپنی مخلوق کی ایک برائی کو جانتے ہوئے بتا دیا کہ یہ میرے بھی دشمن ہیں اور آپ کے بھی دشمن ہیں

تو پھر اپنے دشمنوں کی عادتوں کو اختیار کرنا یہ کہاں کی شرافت ہے۔ ان کے وطیرے کو، ان کے رہن سہن کو، انکے اخلاق کو اختیار کرنا انکے کلچر اور سولائزیشن اور تہذیب و تمدن کو اختیار کرنا دین اسکو شرافت نہیں سمجھتا۔ بلکہ بغاوت قرار دیتا ہے۔ چچا، ماموں یا کوئی اور رشتہ دار دشمن ہو جائے تو اسکی ایک ایک بات کی مخالفت کی جاتی ہے کہ چونکہ یہ کام وہ کرتا ہے اس لئے ہم نہیں کریں گے۔ اور چونکہ چچا صاحب وہاں جاتے ہیں اس لئے ہم نہیں جائیں گے۔ اور جسکو اللہ اور اسکا رسول ﷺ دشمن کہے اسکی ایک ایک بات کو اچھا سمجھ کے قبول کرنا یہ کہاں کی شرافت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی عورتوں کو بڑا مقام عطا کیا ہے۔ گھر میں بڑے اختیارات دیئے ہیں۔ اور ان اختیارات کو گھر میں ہی استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر عورت کہے کہ میرے حالات اجازت نہیں دیتے، میری صحت اجازت نہیں دیتی کوئی نوکرانی رکھ لو تو مرد پر واجب ہے کہ وہ گھر میں کسی نوکرانی کا انتظام کرے۔ بشرطیکہ گھر کے حالات بھی ہوں۔ یا یہ ہے کہ مرد مکمل طور پر گھر کے حالات میں ساتھ دے۔ یہ تمام مردوں کی ذمہ داریاں ہیں۔ عورت کی ذمہ داری گھر کی بادشاہی اور راج کی ہے۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہی کچھ دیکھا۔ اور صحابہ کرام کی سیرت میں بھی یہی جھلک نظر آتی ہے۔ اسوہ رسول ﷺ تو بہت بڑی بات ہے۔ اور ان ہستیوں کا بہت بلند مقام ہے۔ جو لوگ ان کے راستے پر چلتے ہیں وہ بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے والد صاحب کا آپ کو حال بتاتا ہوں کہ میری والدہ اللہ انہیں سلامت رکھے (تب وہ زندہ تھیں۔ ۱۹۹۱ء میں انتقال ہوا) ۸۰ برس سے اوپر ہیں میں بھی انچاس کے لگ بھگ ہوں میں نے انہیں کبھی بازار جاتے ہوئے نہیں دیکھا ان انچاس برسوں میں کبھی بھی نہیں۔۔۔ جب تک اباجی زندہ تھے فرماتے بھائی چلو عطاء المحسن، عطاء المومن آؤ چلو تمہارے لئے بھی کپڑے لے آئیں اور تمہاری والدہ اور بہن کیلئے بھی۔ میری بہن چھپن ستاون برس کی ہے ایک دن بھی بازار نہیں گئی۔ جبر نہیں کیا گیا شعوری طور طور پر یہ بات محسوس کی گئی کہ بازار عورتوں کی (FIELD) نہیں ہے۔ مردوں کی فیلڈ ہے۔ عورتوں کی فیلڈ گھر ہے۔ ہوم ورک کریں، ہوم انڈسٹری کا کام کریں غیر محرم مردوں کے اختلاط سے پاک معاشرہ تشکیل دیں۔ اپنا الگ تھلگ ماحول پیدا کریں۔ وہ سب کام کر سکتی ہیں مگر اپنے ماحول میں۔۔۔۔۔۔ اب ہم بازار میں گئے والد صاحب نے کپڑا خریدا۔ گھر آئے تو اماں جی نے کچھ کپڑے پسند کر لئے اور کچھ ناپسند۔ جو ناپسند کئے ان کو واپس کر دیا۔

خود میں نے اپنے بیوی کو کبھی بازار میں جانے کی زحمت نہیں دی۔ اسلئے کہ اسکی تمام ضروریات کو پورا کرنا میرے ذمہ ہے۔ الحمد للہ ہم دونوں مل کر گھر کا تمام نظام باہمی مشورے سے چلاتے ہیں۔ تمام کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک سنت پر عمل کرنے کی برکت سے میرا گھر امن کا گہوارہ بن گیا ہے۔

یہ مثالیں میں نے صرف اس لئے دی ہیں کہ آپ کو بات سمجھا سکوں کہ ہماری مسلمان بہنوں اور بیٹیوں کیلئے عزت کی جگہ گھر ہے، بازار نہیں۔ اور پھر ایک حدیث شریف اور سن لیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بازار دنیا کی بدترین جگہ ہے اور مسجد دنیا کی بہترین جگہ ہے۔ اب میری بیٹیاں اور بہنیں غور سے سوچیں، دل کی گہرائی میں توجہ کر کے سوچیں، کہ جس امت کے نبی نے، جس امت کے شفاعت کرنے والے نے فرمایا کہ

بازار دنیا کی بد ترین جگہ ہے وہ کیسے گوارا فرمائیں گے کہ ان کی امت کی بیٹیاں مکمل بناؤ سنگھار (MAKEUP FULL) کر کے باہر نکلتی پھریں۔ یہ تو کوئی معیار نہیں ہے۔ کتنی گری ہوئی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نبی بھی مانیں انکی شفاعت حاصل کرنے کیلئے دعائیں مانگیں بھی مگر ان کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔ میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو! اپنے آپ کو پہچانیئے۔ اللہ پاک نے آپ کو بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ اور یہی بات کتنی بلند ہے کہ ماں، بہن، بیوی، بیٹی، کے رشتے مقدس ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ "ایک عورت چار مردوں کو جہنم میں لیکر جائیگی" ۔ چار مرد کون ہیں۔۔۔؟ سب سے پہلے باپ پھر بھائی، پھر خاوند، پھر بیٹا۔ جو باپ بھائی، خاوند، بیٹا عورت کی بے راہروی کو پیار و محبت، اخلاق اور مروت سے نہیں روکتا وہ باپ بھی جہنم میں جلے گا۔ وہ خاوند، بھائی بھی اور بیٹا بھی جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ ابا جان کو، بھائی جان اور شوہر نامدار کو اور بیٹے کو جنت میں لیجانے کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔ آپ اپنے اعمال و کردار میں جتنی ترقی کرتی جائیں گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی زیادہ اتباع کریں گی۔ ویسے ویسے آپ کا گھر دنیا میں جنت بن جائے گا۔ اور آخرت میں بھی انشاء اللہ جنت بنے گا۔ اس جنت کے حصول کے لئے اسوۂ رسول ﷺ اور اسوۂ ازواجِ رسول ﷺ ہی ہم سب مسلمانوں کے لئے معیار ٹھرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو، میرے ماں باپ، بہن بھائیوں، میری بیٹیوں کو اور امت مسلمہ کی تمام بہو بیٹیوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری اور سچی غلامی میں کامیاب راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امہات المومنین کی سیرت و اخلاق کو اپنانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ (آمین)

وآخرودعوانا ان الحمدالله رب العالمین

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحب طرز ادیب مفکر احرار چودھری افضل حق کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت ۱۱۰/= روپے

رعائتی قیمت ۶۰/= روپے
ڈاک خرچ ۱۰/= روپے

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہوگئی ہے!

میرا افسانہ — ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح — آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ

کمپیوٹر کتابت — اعلیٰ طباعت — خوبصورت جلد — صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے